Al-Abṣār (Research Journal of Fiqh & Islamic Studies)
ISSN: 2958-9150 (Print) 2958-9169 (Online)
Published by: Department of Fiqh and Shariah, The Islamia University of Bahawalpur.
Volume 05, Issue 01, January-June 2026, PP: 38-56
Open Access at: https://journals.iub.edu.pk/index.php/al-absar/about

صحابہ کرامؓ کی سیاسی وانتظامی قیادت کی صلاحیت کی آبیاری کا نبوی منہج: حدیث وسیرت کے تناظر میں تقابلی و تطبیقی جائزہ

The Prophetic Method of Grooming the Political and Administrative Leadership Capabilities of the Companions: A Comparative and Applied Review in the Context of Hadith and Seerah

Dr. Ali Tariq
Assistant Professor, Dept. of Hadith & Its Sciences, International Islamic University, Islamabad.
ali.tariq@iiu.edu.pk
Dr. Muhammad Aleem
PhD Seerah, Allama Iqbal Open University, Islamabad.

Abstract

One of the dimensions of the teaching and grooming methodologies of the Prophet Peace be Upon Him was considering the special interests and tendencies of the companions and preparing, guiding, grooming and appreciating them in their respective fields of special interests and tendencies. This consideration of their special interests and tendencies and grooming and guiding them in this respect enabled them to exercise their abilities and serve the society in different dimensions and respects. The present paper intends to analyze the companions and their excellence in field of politics and administration which was result of the Prophet's consistent guidance and grooming according to their special interests and tendencies which resulted in their extra ordinary status in the field of politics and administration.

Keywords

Special Interests, Tendencies, Upbringing, Grooming, Politics, Administration.

All Rights Reserved © 2022 This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

تعارفِ موضوع

کسی بھی ریاست کے داخلی و خارجی نظم و نسق کو برقرار رکھنے کے لیے سیاسی اور انتظامی قیادت کو غیر معمولی حیثیت حاصل ہے۔ ریاست کے داخلی و خارجی نظم و نسق سے متعلق معاملات میں استحکام، کامیابی اور تسلسل کسی بھی ریاست کے لیے اہمیت کی حامل ہیں۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کی علمی صلاحیتوں کی تشکیل و تعمیر کے ساتھ ساتھ ان کی سیاسی، معاشرتی اور نظم و نسق کی صلاحیتوں کی بھی تشکیل و تعمیر فرمائی، اس حوالے سے صحابہ کرامؓ کو اپنی فطری صلاحیتوں کی تشکیل و تعمیر کے مواقع فراہم کیے۔ ان صلاحیتوں میں سیاسی قیادت کی تشکیل، دعوت و تبلیغ، اجتماعی نظم، داخلی نظم و نسق، مثلاً تبلیغ، معاشرت، قضا، مالی معاملات اور زراعت بنیادی اہمیت کی حامل ہیں۔ اس مقالے میں ان تمام حضرات کا تفصیلی احاطہ کرنا مقصود نہیں ہے جنہیں آپ ﷺ نے سیاسی اور معاشرتی نظم و نسق کاری کے میدانوں میں اپنی فطری صلاحیتوں کے اظہار کا موقع مرحمت فرمایا۔ چونکہ اس حوالے سے بہت سا وقیع کام پہلے سے موجود ہے، اس لئے یہاں صرف آپ ﷺ کے صحابہ کرامؓ کی سیاسی و انتظامی قیادت کی صلاحیت کی آبیاری کے منہج کا جائزہ پیش کیا جائے گا۔[1]

مدینہ منورہ تشریف لے جانے سے پہلے ہی آپ ﷺ نے بیعت عقبہ ثانیہ کے دوران تشریف لانے والے حضرات و خواتین میں سے بارہ نقیب مقرر فرمائے جن میں سے نو خزرج اور تین اوس کے قبیلے سے تھے۔ یہ آپ ﷺ کی طرف سے پہلا سیاسی انتظام تھا کہ مدینہ منورہ ہجرت فرمانے سے پہلے ہی آپ ﷺ نے دونوں قبیلوں کو ایک سیاسی قیادت عطا فرما دی تاکہ وہ آپ ﷺ کے تشریف لانے سے پہلے ہی اپنے معاملات کو منظم کریں۔[2]

حضرت عبداللہ بن ام مکتوم

حضرت عبداللہ بن ام مکتوم کا پورا نام عمرو بن قیس بن زائدہ بن الاصم ہے اور آپ حضرت خدیجہ کے ماموں کے بیٹے تھے اور ابتدائی دور کے مسلمانوں میں سے تھے۔ اکثر حضرات کے نزدیک آپ حضرت مصعب بن عمیر کے ساتھ ہی مدینہ منورہ آ گئے البتہ واقدی کے نزدیک آپ غزوہ بدر کے کچھ عرصے بعد تشریف لائے تھے۔[3]

مدینہ منورہ تشریف لانے کے بعد آپ ﷺ کو متعدد بار غزوات یا دیگر ضرورتوں کے لیے مدینہ منورہ سے باہر جانا پڑا اور اسی دوران مدینہ منورہ میں سیاسی نظم و نسق کے قیام کے لیے کسی کو متعین کرنا ضروری تھا۔ حضرت عبداللہ بن ام مکتوم کو یہ امتیاز اور اعزاز حاصل ہے کہ آپ ﷺ نے ان کو تیرہ مرتبہ مدینہ منورہ میں اپنا جانشین مقرر کیا۔ پہلی دفعہ غزوہ بدر میں اور آخری دفعہ حجۃ الوداع میں گویا مدینہ منورہ کے قیام کے سارے زمانے میں آپ ﷺ نے سب زیادہ جانشینی کا موقع ان کو عطا فرمایا۔[4]

ان کو تیرہ مرتبہ مدینہ منورہ میں جانشینی ملنا بہت غیر معمولی بات ہے اس لیے کہ ان کے بارے میں آتا ہے کہ یہ نابینا بھی تھے۔ ایک نابینا شخص کو اتنی اہم ذمہ داری سونپنا شاید اس وجہ سے تھا کہ آپ ﷺ کو ان کی انتظامی صلاحیتوں کا علم تھا اور چوں کہ یہ حضرت مصعب بن عمیر کے ساتھ یا تھوڑا بعد میں مدینہ منورہ ہجرت کر آئے تھے اور قرآن کریم کی تعلیم دینے لگے تھے اس لیے آپ ﷺ نے ان کو ترجیح دی اور انھیں جانشینی کی ذمہ داری سونپی جس میں نمازیں پڑھانا بھی شامل تھا۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ممکن ہے کہ آپ ﷺ کی ایسی شخصیت کو اپنا جانشین مقرر کرنا چاہتے ہوں جس پر اوس اور خزرج دونوں متفق ہوں اور کسی قسم کے اختلاف یا تنازع کا امکان نہ ہو۔ اس لیے کہ کتب سیرت و تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ اوس و خزرج کی پرانی رنجشوں، لڑائیوں اور تنازعوں کی وجہ سے اسلام قبول کرنے کے باوجود ایک قبیلے کے افراد دوسرے قبیلے کے افراد کے پیچھے نماز پڑھنے کے لیے تیار نہیں تھے۔[5] شاید اسی وجہ سے آپ ﷺ نے حضرت مصعب بن عمیر کو مدینہ منورہ بھیجا تھا جس کے نتیجے میں دونوں قبیلوں کے لوگ ان کے پیچھے نماز پڑھ لیتے تھے اور اگر حضرت ابن ام مکتوم کے حضرت مصعب بن عمیر کے ساتھ یا تھوڑا بعد مدینہ منورہ آنے کی روایت کو پیش نظر رکھا جائے تو یہ کہنا ممکن ہے کہ آپ ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے بھی حضرت ابن ام مکتوم کو نمازیں پڑھانے کا موقع ملتا رہا ہو گا اور حضرت مصعب بن عمیر کی شہادت غزوہ احد میں ہو گئی تھی اور بدر اور احد دونوں میں انھوں نے نہ صرف شرکت کی تھی بلکہ مہاجرین کا جھنڈا بھی ان کے ہاتھ میں تھا۔[6] لہٰذا ان کی غیر موجودگی میں شاید یہ سب سے مناسب آدمی تھے۔ اس سے آپ ﷺ کے فطری صلاحیتوں کی تشکیل و تعمیر کے منہج کا بھی علم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کو جب کسی شخص کی صلاحیت کا علم ہوتا تو صلاحیت کا ادراک فرماتے ہوئے اسی کو ذمہ داری سونپی جاتی تھی۔ اگر وہ شخص اپنی ذمہ داری کو بہ حسن وخوبی سرانجام دیتا تو آپ ﷺ اس کی حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے اسے اس کی فطری صلاحیت کے میدان میں اپنی صلاحیتوں کے اظہار کا موقع بار بار فراہم کرتے تھے۔ یہ ہی وجہ ہے کہ حضرت ابن ام مکتوم کو مدینہ منورہ تشریف لانے کے زمانے سے لے کر حجۃ الوداع تک بار بار یہ ذمہ داری سونپی گئی اور ان کو تیرہ مرتبہ یہ اعزاز حاصل ہوا۔

حضرت سعد بن عبادہ اور سعد بن معاذ

اوس اور خزرج کی آپس میں رنجش رہتی تھی اور اسلام قبول کرنے کے بعد بھی ان میں کچھ نہ کچھ مسابقت پائی جاتی تھی خزرج کا قبیلہ اوس کے قبیلے سے بڑا تھا اور اس کے سردار سعد بن عبادہ تھے اور اوس کے سردار سعد بن معاذ تھے۔ ان دونوں حضرات کا واقعہ افک میں بھی ایک دوسرے کے آمنے سامنے آجانا کتب سیرت میں مذکور ہے۔[7] آپ ﷺ کی سیاسی قیادت کی صلاحیتوں کی آبیاری اور ان کی تشکیل و تعمیر کے حوالے سے ایک غیر معمولی اقدام ان دونوں قبائل کے سرداران کو اپنی غیر موجودگی میں یکے بعد دیگرے مدینہ منورہ کی ذمہ داری سونپنا بھی ہے۔ چنانچہ اس بات کی تصریح ملتی ہے کہ آپ ﷺ نے غزوہ

ودان میں جاتے ہوئے حضرت سعد بن عبادہ کو اپنا جانشین مقرر فرمایا اور یہ آپ ﷺ کا پہلا غزوہ تھا اور غزوہ بواط میں تشریف لے جاتے ہوئے حضرت سعد بن معاذ کو اپنا جانشین مقرر فرمایا۔[8] ان دونوں ابتدائی غزوات میں پہلے حضرت سعد بن عبادہؓ کو اور پھر حضرت سعد بن معاذ کو اپنا جانشین مقرر فرمانا بھی آپ ﷺ کے سیاسی قیادت کی تشکیل و تعمیر کے منہج کا پتہ دیتا ہے۔ آپ نے ابتداء ان دونوں قبائل کے سرداروں کو یکے بعد دیگرے ان کی عددی اکثریت کے اعتبار سے قیادت دے کر ایک طرح سے ان کی سرداری کا اعتراف بھی کیا اور مدینہ منورہ کے نظم میں ان کی یکساں شمولیت کا بھی پیغام دیا۔

حضرات شیخین

سیاسی قیادت کی صلاحیت کی آبیاری اور تشکیل و تعمیر کے حوالے سے حضرت ابو بکر صدیق و عمر بن الخطاب کی شخصیت بھی غیر معمولی حیثیت کی حامل ہے۔ آپ ﷺ اپنے بیشتر معاملات میں ان سے مشاورت فرماتے تھے اور ان کی رائے لیتے تھے۔ مستدرک علی الصحیحین میں آپ ﷺ سے مروی ہے کہ ابو بکر و عمر دنیا میں میرے وزیر ہیں۔[9] مستدرک علی الصحیحین میں ہی حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق کی حیثیت نبی اکرم ﷺ کے وزیر کی تھی لہٰذا آپ ﷺ ان سے تمام معاملات میں مشورہ لیتے تھے۔[10]

حضرت زید بن حارثہ

آپ ﷺ کے سیاسی قیادت کی صلاحیت کی آبیاری اور فطری صلاحیتوں کی تعمیر و تشکیل کے منہج میں یہ بات بھی شامل ہے کہ آپ ﷺ عہدہ دیتے وقت صلاحیت اور لیاقت کا پہلو پیش نظر رکھتے تھے اور اس کے لیے بعض اوقات آپ نے کچھ ایسے اقدامات بھی فرمائے جو عربوں کے خاندانی شرافت و نجابت پر فخر اور نخوت کی اصلاح کے حامل تھے۔ اس حوالے سے آپ ﷺ کا حضرت زید بن حارثہ کو دو مرتبہ مدینہ منورہ میں اپنا جانشین مقرر کرنا بطور مثال پیش کیا جاسکتا ہے۔ زید بن حارثہ آپ ﷺ کے آزاد کردہ غلام اور مولیٰ تھے اور آپ ﷺ نے ان کو غزوہ صفوان / بدر اولیٰ اور غزوہ مریسیع میں دو مرتبہ مدینہ منورہ میں اپنا جانشین مقرر فرمایا۔[11] ایک آزاد کردہ غلام کو مدینہ منورہ میں اپنا جانشین مقرر کرنا شاید رسول اللہ ﷺ کی طرف سے یہ اعلان تھا کہ باصلاحیت شخص کی صلاحیت کا اعتبار کیا جائے گا اور اس کا حسب نسب اس کی صلاحیت کے آڑے نہیں آئے گا۔ اس منہج کا ایک فائدہ صحابہ کرامؓ میں اطاعت و تسلیم کے جذبات کو بڑھانا بھی تھا کہ آپ ﷺ کے مقرر کردہ شخص کی پوری اطاعت اور فرمانبرداری کی جائے۔

حضرت عتاب بن اسید

سیاسی قیادت کی آبیاری کے حوالے سے آپ ﷺ کا ایک منہج یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی صلاحیت کا

اہل ہے تو اسے بھرپور موقع فراہم کیا جائے، چاہے وہ نیا نیا ہی اسلام میں داخل کیوں نہ ہوا ہو۔ اس کی ایک مثال حضرت عتاب بن اسید ہیں۔ انھوں نے فتح مکہ کے موقع پر اسلام قبول کیا اور آپ ﷺ نے حنین تشریف لے جاتے ہوئے انہیں مکہ کا عامل مقرر فرما دیا اور ایک روایت کے مطابق طائف سے واپسی پر مقرر فرمایا۔[12] دونوں صورتوں میں اتنی بات تو یقینی ہے کہ یہ نو مسلم تھے اور ابھی ان کو اسلام لائے ہوئے زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا لیکن آپ ﷺ نے ان کی صلاحیتوں کا ادراک فرماتے ہوئے ان کو مکہ کا عامل لگا دیا اور اس وقت ان کی عمر بھی بیس سال سے کچھ زائد تھی۔[13]

آپ ﷺ کے اس اقدام سے بھی ہمیں آپ ﷺ کی فطری صلاحیتوں کی تعمیر و تشکیل کے منہج کا علم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ جب کسی شخص میں صلاحیت دیکھتے تو اس کو ذمہ داری عطا فرما دیتے تھے اور اس معاملے میں اسلام کی قدامت اور عمر کی کمی و زیادتی کو بھی پیش نظر نہیں رکھتے تھے لہٰذا ان کو اسلام قبول کرنے کے کچھ ہی عرصے بعد بیس سال سے زائد کی عمر میں مکہ مکرمہ کی ذمہ داری سونپ دی گئی۔ آپ ﷺ نے ان کی صلاحیت اور لیاقت کو دیکھتے ہوئے جو فیصلہ کیا اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہ حضرت ابو بکر کے زمانے میں بھی مکہ مکرمہ کے گورنر رہے اور حافظ ابن حجر نے الاصابۃ میں ذکر کیا ہے کہ یہ حضرت عمر کے زمانے میں بھی مکہ مکرمہ کے عامل رہے اور ان کا انتقال حضرت عمر کی خلافت میں تئیس (۲۳) ہجری میں ہوا۔[14]

حضرت مصعب بن عمیر

حضرت مصعب بن عمیر کا پورا نام مصعب بن عمیر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبد الدار ہے آپ قریش کے قبیلے بنو عبد الدار سے تعلق رکھتے تھے[15] اور آپ کی کنیت ابو عبد اللہ تھی۔[16] آپ ابتدائی دور کے اسلام قبول کرنے والوں میں سے ہیں اور آپ ﷺ اس وقت دار ارقم میں تھے۔ انہوں نے اپنے اسلام کو چھپائے رکھا لیکن حضرت عثمان بن طلحہ نے ان کی والدہ اور گھر والوں کو اطلاع کر دی جس پر انھوں نے انہیں قید کر دیا اور پھر یہ پہلی ہجرت حبشہ کرنے والوں میں شامل ہو کر حبشہ چلے گئے اور پھر جلد ہی مکہ مکرمہ واپس لوٹ آئے۔[17] چونکہ یہ ابتدائی عہد کے مسلمانوں میں سے ہیں اس لیے ان کو پہلی ہجرت حبشہ تک یعنی رجب پانچ مکی تک آپ ﷺ کے مستفید ہونے کا موقع ملا[18] اور پھر جلد ہی شوال پانچ مکی میں ان کی واپسی ہو گئی۔[19] اور اس کے بعد کا عرصہ بھی یہ رسول اللہ ﷺ کی صحبت مبارکہ سے مستفید ہوتے رہے۔ حضرت مصعب بن عمیر کا شمار مکہ کے ناز و نعمت میں پلنے والے نوجوانوں میں ہوتا تھا اور ان کے والدین کی مالداری کی وجہ سے ان کے جوڑے بیش قیمت ہوتے تھے۔[20] ابن سعد نے لکھا ہے کہ مصعب بن عمیر مکہ کے وجیہ نوجوانوں میں سے تھے اور ان کے والدین ان سے بہت محبت کرتے تھے۔ ان کی والدہ خاصی مال دار تھیں، وہ ان کو سب سے خوب صورت اور باریک لباس پہنایا کرتی تھیں اور یہ مکہ کے خوشبو دار لوگوں میں سے تھے اور یہ حضرمی جوتے پہنا کرتے تھے۔[21] جب یہ حبشہ سے واپس آئے تو مسافرت اور پردیس میں رہنے کی وجہ سے ان کی حالت

خستہ ہو چکی تھی جس پر ان کی والدہ کو ان پر رحم آیا اور انھوں نے ان سے تعلقات دوبارہ بحال کر لیے۔[22] ان کو حبشہ سے واپسی پر دوبارہ رسول اللہ ﷺ سے مستفید ہونے کا موقع ملتا رہا اور یہ سلسلہ بیعت عقبہ اولیٰ تک چلتا رہا۔

حضرت مصعب بن عمیر کا شمار بھی ان صحابہ کرامؓ میں ہوتا ہے جن کے فطری رجحانات اور خصوصی دلچسپی کی رعایت فرماتے ہوئے آپ ﷺ نے ان کی تربیت فرمائی اور پھر ان کو اپنی خصوصی دلچسپی کے میدان میں صلاحیتوں کے اظہار کا موقع بھی مرحمت فرمایا۔ بیعت عقبہ اولیٰ کے موقع پر مدینہ منورہ تشریف لانے والے بارہ حضرات جب واپس جا رہے تھے تو آپ ﷺ نے ان کے ساتھ مصعب بن عمیر کو روانہ فرمایا اور ان کو حکم دیا کہ وہ ان کو قرآن سکھائیں، اسلام کی تعلیم دیں اور دین سمجھائیں۔[23] ابن اسحاق کی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اوس و خزرج کو نماز پڑھاتے تھے اس لیے کہ وہ ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنے کو ناپسند کرتے تھے۔[24] اس بات کا امکان موجود ہے کہ ان حضرت نے خود آپ ﷺ سے کسی ایسے شخص کو ساتھ روانہ کرنے کی خواہش کا اظہار کیا ہو جو انہیں دین سکھائے لیکن اگر ایسے نہ بھی ہو اور آپ ﷺ نے خود اس ضرورت کا ادراک فرماتے ہوئے ان کا انتخاب کیا ہو تب بھی یہ بہت غیر معمولی بات ہے کہ تمام صحابہ کرامؓ میں سے آپ ﷺ نے ان کا انتخاب فرمایا اور انہیں اس ذمہ داری کے لیے موزوں سمجھا۔ یہ ذمہ داری بہت غیر معمولی تھی اس لیے کہ حضرت مصعب بن عمیر اوس و خزرج کے پاس مسلمانوں کے سفیر بن کر جا رہے تھے اور جیسے کہ پہلے گزر چکا آپ ﷺ نے ان کو خود ان کی ذمہ داریوں سے مطلع کر دیا تھا۔ ابن اسحاق کی روایت سے ہمیں یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ ان دونوں قبائل کے آپس کے تعلقات بھی کچھ اتنے اچھے نہ تھے ایسے میں مسلمانوں کے نمائندے کے لیے یہ بھی بہت بڑا چیلنج تھا کہ وہ ان دونوں قبائل کے لوگوں کو جوڑ کر رکھے اور ان میں کسی بھی قسم کا تنازع اور رنجش کی صورتحال نہ پیدا ہونے دے۔ اس سارے تناظر میں یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ مصعب بن عمیرؓ کی مدینہ منورہ میں ذمہ داری صرف ایک قاری یا استاد کی نہیں بلکہ ایک مبلغ اور داعی کی تھی اور آپ ﷺ کو اندازہ تھا کہ اس اہم ذمہ داری کے لیے ان کے تربیت یافتہ صحابہ کرامؓ میں سے یہ ہی سب سے زیادہ موزوں ہیں۔ کتب سیرت سے ہمیں حضرت مصعب بن عمیر کی بردباری اور معاملہ فہمی کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ اس بردباری اور معاملہ فہمی میں جہاں ان کی خاندانی وجاہت اور ثروت کا اثر تھا وہیں ان کی رسول اکرم ﷺ کے ساتھ طویل صحبت اور آپ ﷺ کی تربیت سے مستفید ہونے کے ساتھ ساتھ ہجرت حبشہ اولیٰ کا تجربہ بھی تھا کہ ایک ناز و نعم میں پلے ہوئے شخص کو جب اپنا ملک، علاقہ، بلکہ براعظم چھوڑ کر کسی ایسے علاقے میں رہنا پڑے جہاں کی زبان، تہذیب، کھانا، ثقافت، بود و باش اور دیگر چیزیں اس کے علاقے سے قدرے مختلف ہوں تو ایسے حالات میں آدمی میں ناموافق اور نامساعد حالات کو برداشت کرنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ طبیعت میں ایک ٹھہراؤ اور بردباری بھی آتی ہے۔ شاید آپ ﷺ کے انتخاب میں یہ عوامل بھی کارفرما رہے ہوں۔

حضرت مصعب بن عمیر کی معاملہ فہمی اور سمجھداری کا اندازہ ہمیں حضرت اسید بن حضیر اور سعد بن معاذ کے اسلام لانے کے تفصیلی واقعے سے بھی ہوتا ہے جسے ابن ہشام اور دیگر سیرت نگار حضرات نے ذکر کیا ہے۔ اس تفصیلی واقعے میں حضرت مصعب بن عمیر کی دعوت کے نتیجے میں اوس کے دو بڑے سردار اسید بن حضیر اور سعد بن معاذ یکے بعد دیگرے اسلام قبول کر لیتے ہیں۔ اس واقعے میں مذکور ہے کہ جب اسید بن حضیر، حضرت سعد بن معاذ کے کہنے پر اسعد بن زراۃ اور حضرت مصعب بن عمیر سے بات کرنے کے لیے آرہے تھے تو حضرت اسد نے حضرت مصعب سے کہا کہ یہ اپنی قوم کے سردار ہیں۔ حضرت مصعب کا اس موقع پر دیا گیا جواب ان کی فراست، ٹھہراؤ اور سمجھداری کے ساتھ ساتھ نبی اکرم ﷺ کے حسن انتخاب کا آئینہ دار ہے۔ انھوں نے فرمایا[25]: اگر یہ بیٹھ گئے تو میں ان سے بات کروں گا اور پھر جب حضرت مصعب بن عمیر کے کہنے پر وہ بیٹھ گئے تو حضرت مصعب نے ان کو دعوت دی جس کے نتیجے میں وہ مسلمان ہو گئے اور پھر انھوں نے حضرت سعد بن معاذ کو بھیجا اور جب وہ آرہے تھے تو اسعد بن زرارۃ نے حضرت مصعب سے کہا: "أي مصعب، جاءك والله سيد من وراءه من قومه، إن يتبعك لا يتخلف عنك منهم اثنان" اے مصعب اللہ کی قسم! آپ کے پاس ایسا سردار آرہا ہے جس کے پیچھے اس کی ساری قوم کھڑی ہے، اگر یہ آپ کی پیروی کرے تو اس قوم کے دو لوگ بھی آپ کی بات ماننے سے پیچھے نہیں رہیں گے۔ حضرت مصعب نے ان سے بھی یہی کہا کہ آپ بیٹھ کر بات سن لیں اگر آپ کو پسند آئے اور مرغوب ہو تو قبول کر لیں اور اگر پسند نہ آئے تو ہم آپ کی ناپسندیدہ بات کو چھوڑ دیں گے۔[26] اس کے بعد جب حضرت مصعب بن عمیر نے بات کی تو حضرت سعد بن معاذ نے نہ صرف اسلام قبول کیا بلکہ شام سے پہلے بنو عبد الاشہل جو ان کا قبیلہ تھا کے سارے مردوں اور عورتوں نے اسلام قبول کر لیا۔[27]

ابن ہشام نے ذکر کیا ہے کہ اس کے بعد حضرت اسید بن حضیر اور سعد بن معاذ حضرت اسعد بن زرارۃ کی رہائش گاہ پر آئے اور ان کے ساتھ مل کر اسلام کی دعوت دینی شروع کی یہاں تک کہ انصار کے چند گھروں کے علاوہ کوئی بھی ایسا گھر نہ بچا جس میں مردوں اور عورتوں نے اسلام قبول نہ کیا ہو۔[28] اگر غور کیا جائے تو یہ ساری کامیابی حضرت مصعب بن عمیر کی دعوت اور تبلیغ کا نتیجہ تھی۔ یہ رسول اللہ ﷺ کی تربیت، ان کی خاندانی وجاہت، تجربہ، بردباری اور معاملہ فہمی ہی تھی کہ انہوں نے ایک ہی دن میں بلکہ ایک ہی مجلس میں قبیلہ اوس کے دو سرداروں کو اسلام کی دعوت ایسے عمدہ انداز میں پیش کی کہ وہ دونوں حضرات اسلام قبول کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ یہ سارا واقعہ جہاں ان کی غیر معمولی صلاحیتوں اور حکیمانہ دعوتی مزاج کا مظہر ہے، وہیں رسول اللہ ﷺ کی تربیت، افراد سازی اور حسن انتخاب کا بھی نمونہ ہے کہ آپ ﷺ ہر شخص کے فطری رجحانات، طبعی میلانات اور دلچسپی کے میدان سے نہ صرف آگاہ ہوتے تھے بلکہ اس کی تربیت بھی فرماتے تھے اور ضرورت پڑنے پر اس کو اپنے دلچسپی کے میدان میں فطری صلاحیتوں کے اظہار کا موقع بھی عطا فرماتے تھے اور وہ شخص اپنے میدان میں بھرپور صلاحیتوں کا مظاہرہ کرتا تھا۔

حضرت مصعب بن عمیر کی دعوتی اور تبلیغی سرگرمیوں کا اثر تھا کہ ایک سال کے قلیل عرصے میں انصار کے بیشتر گھرانوں میں اسلام داخل ہو چکا تھا اور ٹھیک ایک سال بعد بیعت عقبہ ثانیہ میں ۷۳/ افراد نے نہ صرف شرکت کی بلکہ حضرت مصعب بن عمیر کی دعوت کی برکت سے آپ ﷺ کو مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی دعوت دی اور آپ ﷺ کی حفاظت اور نصرت کے عہد و پیمان کے لیے تیار ہو گئے۔[29]

حضرت ابو بکر صدیق

انتظامی اور معاشرتی نظم و نسق کی صلاحیتوں کی آبیاری کے حوالے سے حضرت ابو بکر صدیق کو بھی آپ ﷺ کی تربیت سے بہت مستفید ہونے کا موقع ملا۔ آپ ﷺ کے ساتھ ابتدائے اسلام میں ہی وابستگی اور پھر سفر و حضر کی رفاقت میں ان کو آپ ﷺ سے بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملا۔ یہ قریش کے نسب کے بڑے ماہر تھے۔[30] اس لئے آپ ﷺ ان کو اپنے ساتھ رکھتے تھے اور قبائل کو دعوت دینے کے لیے یہ اکثر آپ ﷺ کے ساتھ ہوتے تھے۔ اسی طرح صحیح مسلم کی روایت کے مطابق جب حضرت حسان بن ثابت نے آپ ﷺ کے فرمانے پر مشرکین کی ہجو کا ارادہ کیا تو آپ نے حضرت حسان کو حکم دیا کہ وہ حضرت ابو بکر سے آپ ﷺ کا نسب سمجھ لیں۔[31]

آپ ﷺ کا ان کو ہجرت کے سفر میں ساتھ رکھنا، پھر بدر و احد اور دیگر غزوات میں بھی آپ ﷺ کی رفاقت اور مدینہ منورہ میں بھی تمام اہم مواقع پر ان کا موجود رہنا اصل میں آپ ﷺ کی طرف سے ان کی معاشرتی اور انتظامی صلاحیتوں کی آبیاری کے لیے تھا۔ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ وابستگی کا ہی اثر تھا کہ آپ ﷺ نے ان کو اپنی زندگی میں ہی نو ہجری میں حج کا امیر مقرر کر دیا۔[32] اسی طرح صحیح بخاری کی ایک روایت کے مطابق آپ ﷺ کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے ایک معاملے پر بات کی تو آپ ﷺ نے اسے دوبارہ آنے کے لیے کہا۔ اس نے کہا اگر میں دوبارہ آؤں اور آپ کو نہ پاؤں تو؟ آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم مجھے نہ پاؤ تو پھر ابو بکر کے پاس چلی جانا۔[33] یہ روایت بھی آپ ﷺ کی طرف سے حضرت ابو بکر کی معاشرتی و انتظامی صلاحیتوں کے اعتراف پر دلالت کرتی ہے۔ خود آپ ﷺ کا اپنی زندگی کے آخری ایام میں ان کو نماز پڑھانے کا حکم دینا بھی آپ ﷺ کی طرف سے ان کی صلاحیتوں کے اعتراف کا عملی اظہار ہے۔[34] صحیح مسلم کی روایت کے مطابق آپ ﷺ نے اپنے مرض الوفات میں حضرت ابو بکر کے لیے خلافت کا پروانہ لکھنے کا ارادہ بھی فرمایا اور اس دوران فرمایا کہ اللہ اور اہل ایمان ابو بکر کے علاوہ کسی اور کو خلیفہ بنانے سے انکار کر دیں گے۔[35]

آپ ﷺ کی اس تربیت اور فطری صلاحیتوں کی تشکیل و تعمیر کے منہج کا اثر تھا کہ حضرت ابو بکر کے خلافت کے اقدامات اور ان میں دکھائی جانے والی جرات اور ہمت کے مثبت اثرات پھر پور انداز میں ظاہر ہوئے۔ خود آپ ﷺ کی وفات کے

وقت ان کی طرف سے جس غیر معمولی ہمت اور صبر کا مظاہرہ ہوا وہ بہت غیر معمولی ہے۔[36] اسی طرح مانعین زکوٰۃ سے قتال کے معاملے میں ان کی طرف سے جس ثابت قدمی اور استقلال کا مظاہرہ کیا گیا وہ بھی ان کی قائدانہ صلاحیتوں کا نمایاں اظہار ہے۔[37]

حضرت عمر بن الخطاب

حضرت عمر بن الخطاب کی انتظامی صلاحیت کی تشکیل و تعمیر میں بھی آپ ﷺ نے غیر معمولی اہتمام فرمایا۔ یوں تو وہ ہر اہم موقع پر آپ ﷺ کے ساتھ اور شانہ بشانہ شریک رہے لیکن ان کی انتظامی صلاحیتوں کی آبیاری کے لیے آپ ﷺ نے ان کو مدینہ منورہ کے بازار کا نگران بھی مقرر فرمایا۔[38] ان کو بازار کا نگران مقرر کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ خود تاجر تھے اور ان کا بازار میں آنا جانا رہتا تھا اور خود حضرت عمر نے عہد نبوی میں اپنی بازاری کی مشغولیت اور تجارت کا ذکر بھی کیا ہے۔[39] آپ ﷺ نے شاید ان کی تجارت کے معاملات سے آگاہی اور دلچسپی کی بنا پر ان کو بازار کا نگران مقرر فرمایا تاکہ یہ اپنی فطری صلاحیت کے میدان میں خدمات سرانجام دے سکیں۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ نے ان کو صدقات وصول کرنے کی ذمہ داری بھی سونپی اور انہیں عامل صدقات بھی بنایا۔ سنن ابو داؤد کی روایت میں وہ خود فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں مجھے عامل صدقات کی خدمت سونپی گئی اور آپ ﷺ نے اس خدمت کی اجرت بھی عطا فرمائی۔[40] اسی طرح صحیح مسلم کی اس کی روایت سے بھی پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ نے ان کو صدقات وصول کرنے کے لیے بھیجا۔[41]

آپ ﷺ کی طرف سے حضرت عمر کو ان ذمہ داریوں کی تفویض ان کی انتظامی صلاحیتوں کی تشکیل و تعمیر کے لیے تھی اور پھر خلافت فاروقی میں امت نے رسول اکرم ﷺ کے تربیت یافتہ اسی فرد کی معاشرتی اور انتظامی صلاحیتوں کا بھرپور انداز میں مظاہرہ دیکھا۔

عمال صدقات

عہد نبوی میں عمال صدقات بھی انتظامی طور پر بہت اہم خدمت سرانجام دیتے تھے اور آپ ﷺ ان کو مختلف علاقوں اور قبائل کی طرف روانہ فرماتے تھے۔ ان تمام عاملین صدقات کا ذکر اور احاطہ مقصود نہیں لیکن ان میں سے چند حضرات کا ذکر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے جن کو آپ ﷺ نے ان کی فطری صلاحیتوں اور دلچسپی کے میدان میں اپنی کارکردگی کے اظہار کا موقع دیا اور انھوں نے خوب خدمت کی۔ ان میں سب سے نمایاں شخصیت حضرت عمرو بن العاص کی ہے۔

حضرت عمرو بن العاص

آپ کا پورا نام عمرو بن العاص بن وائل بن ہاشم ہے اور آپ کا تعلق قریش سے ہے۔[42] آپ نے آٹھ ہجری میں اسلام

قبول کیا۔ آپ کی شہرت بطور سپہ سالار کے تو ہے ہی اور اگلے باب میں آپ کی اس صلاحیت پر گفتگو کی جائے گی لیکن آپ ﷺ نے آپ کو عامل صدقات کی خدمت بھی سونپی۔ واقدی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح کے مطابق آپ ﷺ نے ان کو بنو فزارۃ کی طرف عامل صدقات بنا کر بھیجا۔[43] روایات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ نے ان کو آٹھ ہجری میں ازد یعنی یمن کی طرف عامل صدقات بنا کر بھیجا اور پھر یہ وہاں سے واپس بھی آ گئے۔[44] فتح مکہ کے بعد آپ ﷺ نے ان کو دوبارہ یمن کی طرف عامل صدقات بنا کر بھیجا اور جاتے ہوئے انہوں نے یہ خواہش کی کہ ان کو واپسی پر دوبارہ بنو قضاعہ میں عامل صدقات لگا دیا جائے لیکن یہ آپ ﷺ کے انتقال کے بعد واپس تشریف لائے اور حضرت ابو بکر نے آپ ﷺ کے وعدے کے مطابق ان کو دوبارہ بنو قضاعۃ کا عامل صدقات لگا دیا۔[45] ان کی شخصیت کے جائزے سے بھی آپ ﷺ کی فطری صلاحیتوں کی تشکیل و تعمیر کے منہج کے اس پہلو کا پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ کے ہاں صلاحیت کا اعتبار ہوتا تھا اور ان کے معاملے میں بھی آپ ﷺ نے ان کے اسلام قبول کرتے ساتھ ہی ان کو ان کی خصوصی دلچسپی اور فطری رجحان کے میدان میں ذمہ داریاں دینی شروع کر دیں اور آپ ﷺ کی زندگی کے آخر تک یہ ان ذمہ داریوں کو بہت عمدگی سے نبھاتے رہے۔

حضرت معاذ بن جبل

فطری صلاحیتوں کی تشکیل و تعمیر کے حوالے سے آپ ﷺ کے منہج کا اظہار حضرت معاذ بن جبل کی شخصیت میں بھی ہوتا ہے۔ آپ ﷺ نے ان کو قری عربیہ کا عامل صدقات بنایا تھا[46] اور یہ یقینی طور پر حضرت معاذ بن جبل کی آپ ﷺ کی زندگی کے آخری ایام میں ان کی یمن روانگی سے پہلے کا واقعہ ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت معاذ کو قری عربیہ سے صدقات کی وصولی کی ذمہ داری تربیت کے نقطہ نظر سے دی گئی تھی کہ آپ ﷺ نے ان کی صلاحیتوں کی آبیاری کے لیے ان کو یہ ذمہ داری سونپی اور جب آپ ﷺ ان کی صلاحیتوں سے پوری طرح مطمئن ہو گئے اور ان کو بھی اس میدان میں عملی تجربہ ہو گیا تو پھر آپ ﷺ نے ان کو اس سے بڑی ذمہ داری سونپی اور زندگی کے آخری ایام میں ان کو یمن کی طرف روانہ فرما دیا۔ حضرت معاذ یمن میں صرف تعلیمی اور تبلیغی ذمہ داریاں ہی سرانجام نہ دیتے تھے بلکہ انتظامی ذمہ داریاں بھی سرانجام دیتے تھے۔ سنن ابی داؤد کی ایک روایت سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت معاذ کو رسول اللہ ﷺ نے یمن میں قاضی بنا کر بھیجا تھا اور ان کی اس حوالے سے راہ نمائی بھی فرمائی تھی۔[47] اسی طرح آپ ﷺ نے ان کو زکوۃ کا نصاب بھی بیان فرمایا اور ان کو ہر بالغ سے ایک دینار جزیہ لینے کا حکم بھی دیا تھا۔[48] اسی طرح ان سے کھیتی باڑی میں سے عشر اور نصف عشر لینے کی روایت بھی منقول ہے۔[49] اس حوالے سے آپ ﷺ کے ایک خط کا بھی ذکر ملتا ہے جو آپ ﷺ نے حضرت معاذ کو یمن میں لکھا تھا۔[50] حضرت معاذ کی تربیت میں بھی آپ ﷺ کے منہج کا علم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے ان کو مختلف انتظامی ذمہ داریاں سونپی تھیں جس کے نتیجے میں

ان کی شخصیت کی تشکیل و تعمیر ہوئی تھی۔ لہٰذا ان کو امامت کی ذمہ داری سونپی گئی اور ان کے ذمے فتویٰ کی خدمت سونپی گئی۔ آپ ﷺ نے اصحاب صفہ کے لیے مسجد نبوی میں کھجوروں کے خوشے لٹکانے کا بندوبست کر رکھا تھا اور اس کا منتظم بھی حضرت معاذ بن جبل کو بنا رکھا تھا۔[51] شاید اس اقدام سے بھی حضرت معاذ کی انتظامی تربیت مقصود تھی اور ساتھ ہی ساتھ اصحاب صفہ کے لیے ان سے استفادہ کرنے کا موقع فراہم کیا گیا تھا۔ اسی طرح آپ ﷺ نے فتح مکہ کے بعد حضرت معاذ بن جبل اور ابو موسیٰ اشعری کو مکہ مکرمہ میں رکنے کا حکم دیا تاکہ وہ لوگوں کو قرآن اور فقہ سکھائیں۔[52] یہ بھی دراصل ان دونوں حضرات کی عملی تربیت تھی، ان کو قری عربیہ کا عامل صدقات بنایا گیا اور پھر ان کے بارے میں فرمایا کہ معاذ بن جبل حلال اور حرام کے بارے میں صحابہ کرامؓ میں سب سے زیادہ جاننے والے ہیں۔[53]

اس سے ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ بعض اوقات آپ ﷺ کسی صحابی کی خصوصی دلچسپی کے میدان میں تربیت فرماتے ہوئے اس کو مختلف ذمہ داریاں سونپتے تھے تاکہ ان کو عملی تجربہ حاصل ہو اور اگر کوئی ایسے صحابی اسلام قبول کرتے تھے جن کو پہلے سے کسی خاص میدان کا عملی تجربہ ہوتا تو آپ ﷺ بلا تاخیر ان کو ان کی دلچسپی اور صلاحیت کے میدان میں ذمہ داری سونپ دیتے تھے جیسے کہ آپ ﷺ نے حضرت عمرو بن العاص کو اسلام قبول کرتے ساتھ ہی مختلف ذمہ داریاں سونپنی شروع کر دیں اور اس حوالے سے ان کو دو مرتبہ یمن جیسے دور دراز علاقے کی ذمہ داری بھی سونپی گئی۔

عبداللہ بن سعید بن العاص بن امیہ اموی

عبداللہ بن سعید بن العاص بن امیہ اموی کے بارے میں مذکور ہے کہ وہ مدینہ منورہ تشریف لائے اور اسلام قبول کیا۔ آپ ﷺ کو ان کے خوش خط کاتب ہونے کا علم تھا لہٰذا آپ ﷺ نے ان کو مدینہ منورہ میں کتابت سکھانے کا حکم دیا۔[54] آپ ﷺ کا منہج ہر باصلاحیت آدمی سے اس کی صلاحیت اور رجحان کے میدان میں فوری طور پر مستفید ہونے کا تھا۔ آپ ﷺ ہر شخص کو اس کی فطری صلاحیت اور دلچسپی کے میدان میں فوری طور پر متوجہ کر دیتے تھے، پھر اگر وہ سیکھنے کے مرحلے پر ہوتا تو اس کی صلاحیتوں کی آبیاری فرماتے اور اگر اس میں صلاحیت پہلے سے موجود ہوتی تو لوگوں کو اس کی صلاحیت سے مستفید ہونے کی طرف متوجہ فرماتے اور اس کا خود بندوبست فرماتے۔

حضرت عبادۃ بن صامت

حضرت عبادۃ بن صامت خزرجی صحابی ہیں۔ انہوں نے عہد رسالت میں قرآن کریم کو جمع کر لیا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے ان کو اہل صفہ کو قرآن پڑھانے کی خدمت پر مامور فرما دیا تھا۔ ان کو بیعت عقبہ اولیٰ اور ثانیہ میں شرکت کا موقع ملا تھا۔ یہ نقباء میں سے بھی تھے اور انھوں نے آپ ﷺ کے ساتھ تمام غزوات میں شرکت بھی کی۔[55] چونکہ ان کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ

مدنی عہد کے آغاز سے بھی پہلے وابستہ ہونے کا موقع ملا تھا تو آپ ﷺ نے ان کی قرآن کریم کے ساتھ رغبت اور پڑھانے کی صلاحیت کا اندازہ لگالیا ہوگا اوران کو ان کی دلچسپی کے میدان میں ہی مصروف کرتے ہوئے اصحاب صفہ کو قرآن پڑھانے کی ذمہ داری سونپ دی۔ حضرت عمر نے بھی اپنی خلافت کے زمانے میں ان کی اس صلاحیت کا فائدہ اٹھایا۔ حضرت عمر نے شام کی فتح کے بعد ان کو حضرت معاذ اور ابو الدرداء کے ساتھ شام بھیجا تا کہ شام کے لوگوں کو قرآن اور فقہ کی تعلیم دے سکیں۔[56]

حضرت رافع بن مالک

حضرت رافع بن مالک بن عجلان بن عمرو بن عامر بن زریق کا تعلق انصار کے قبیلے خزرج سے ہے۔ ان کا شمار مدینہ منورہ سے تشریف لانے والے ان چھ حضرات میں ہوتا ہے جنھوں نے بیعت عقبہ اولیٰ سے ایک سال پہلے آپ ﷺ سے ملاقات کی اور آپ کی دعوت قبول کی اور پھر مدینہ منورہ میں جاکر اسلام کی تبلیغ کی جس کی وجہ سے مدینہ کے گھروں میں رسول اللہ ﷺ کا تذکرہ شروع ہوگیا۔[57]

خزرج کے سب سے پہلے مسلمان ہونے والے لوگوں میں یہ اور معاذ بن عفراء شامل ہیں، اسی طرح مدینہ منورہ میں سب سے پہلے سورۃ یوسف یہی لے کر آئے۔[58] ان کو بیعت عقبہ اولیٰ اور ثانیہ میں بھی شرکت کی سعادت حاصل ہوئی اور آپ نے انہیں بنوزریق کا نقیب بھی بنایا۔[59] ایک روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ انھوں نے مکہ کی طرف ہجرت کی اور آپ ﷺ کے ساتھ مکہ میں قیام کیا اور پھر جب سورۃ طہ نازل ہوئی تو اسے لکھ لیا اور مدینہ منورہ لے جاکر بنی زریق کو سنائی۔[60] اصابہ میں مذکور ہے کہ جب رافع بن مالک کی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیعت عقبہ اولیٰ میں ملاقات ہوئی تو آپ ﷺ نے پچھلے دس سالوں میں نازل ہونے والا قرآن ان کو تحریری شکل میں دیا جسے رافع مدینہ منورہ لے کر آئے اور پھر قوم کو جمع کرکے ان کو سنایا۔[61]

اگر ان ساری روایتوں کا جائزہ لیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ رافع بن مالک ان صحابہ کرامؓ میں سے تھے جن کو لکھنا پڑھنا آتا تھا اور ان کو قرآن کریم یاد کرنے اور لکھنے کا ذوق بھی تھا جس کی وجہ سے انھوں نے سورہ یوسف لکھی اور اسی طرح مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران سورہ طہ بھی لکھ کر مدینہ منورہ لے کر گئے۔ آپ ﷺ نے ان کی لکھنے پڑھنے کی صلاحیت اور قرآن کے خصوصی ذوق اور دلچسپی کی رعایت کرتے ہوئے بیعت عقبہ اولیٰ کے دوران اس وقت تک نازل ہونے والا قرآن ان کو تحریری شکل میں عطا فرمایا اور ساتھ ہی ان کو ان کے قبیلے بنوزریق کا نقیب بھی بنادیا تا کہ یہ اپنی قوم کی راہ نمائی کر سکیں۔ یہ عمل آپ ﷺ کی طرف سے ان کے قبیلے تک قرآن پہنچانے اور اس کی تعلیمات کو عام کرنے کا ایک انتظامی اقدام تھا۔ اس سے جہاں ہمیں آپ ﷺ کی فطری صلاحیتوں اور خصوصی دلچسپیوں اور رجحانات کی تشکیل وتعمیر کے منہج کا پتہ چلتا ہے وہیں آپ ﷺ کی طرف سے مدینہ منورہ میں تعلیم وتبلیغ کے عملی اقدامات کے انتظامی اقدام کا بھی پتہ چلتا ہے۔

کھیتوں اور باغات کی پیداوار اور پھلوں کے معاملات (خرص) کے ماہرین

مدینہ منورہ کے انتظامی معاملات میں سے ایک مدینہ منورہ اور اس کے ارد گرد کھیتوں اور باغات کی پیداوار اور پھلوں کے معاملات کی دیکھ بھال بھی تھا۔ اس حوالے سے بھی آپ ﷺ نے ان حضرات کا انتخاب فرمایا جن کو اس حوالے سے فطری دلچسپی اور خصوصی ذوق تھا۔ اس حوالے سے ایک اہم کام پیداوار کا اندازہ لگانا تھا جس کو خرص کہتے ہیں۔ اس خدمت کے لئے کتب سیرت و تاریخ میں متعدد حضرات کے نام ملتے ہیں جنہوں نے یہ خدمت انجام دی۔ ان سب حضرات کا یہاں احاطہ مقصود نہیں ہے بلکہ چند ایک کا ذکر کر کے آپ ﷺ کی انتظامی صلاحیتوں کی آبیاری کے منہج کا جائزہ پیش کرنا ہے۔ ڈاکٹر محمد یاسین مظہر صدیقی صاحب نے اپنے اکثر خارصین کا ذکر کر کے یہ تجزیہ کیا ہے کہ ان میں سے بیشتر یا غالب اکثریت یعنی ساٹھ فیصد کا تعلق مدینہ کے انصاری قبیلہ خزرج سے تھا جس سے خزرج کے کاشتکار اور ماہر تخمینہ کار ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔[62]

حضرت ابو حثمہ

آپ کا پورا نام حضرت ابو حثمہ عامر بن ساعدہ ہے اور آپ کا تعلق انصار کے قبیلے خزرج سے تھا۔ آپ ﷺ نے ان کو خیبر کا افسر خرص (کھیتوں اور باغات کی پیداوار اور پھلوں کے معاملات دیکھنے والا) مقرر کیا اور آپ ﷺ کی نگاہ انتخاب کا کمال تھا کہ انہوں نے نہ صرف آپ ﷺ کے زمانے میں یہ ذمہ داری سرانجام دی بلکہ حضرت ابو بکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم بھی ان سے یہ خدمت لیتے رہے۔[63] یہ آپ ﷺ کا حسن انتخاب اور ان کی فطری صلاحیتوں کا ادراک تھا کہ آپ ﷺ نے ان کو خیبر کی پیداوار کا افسر خرص مقرر کیا اور آپ ﷺ کی انتظامی صلاحیتوں کی آبیاری کا اثر تھا کہ انھوں نے اپنے فن کا بھرپور مظاہرہ کیا اور ایسی عمدگی سے اپنی ذمہ داریاں نبھائیں کہ خلافت راشدہ میں بھی ان کو بحال رکھا گیا اور امت ایک لمبے عرصے تک ان کی خدمات اور فطری صلاحیتوں سے مستفید ہوتی رہی۔

حضرت فروہ بن عمرو الانصاری

حضرت فروہ بن عمرو الانصاری کا تعلق انصار کے قبیلے خزرج سے تھا۔ ان کو آپ ﷺ نے اہل مدینہ کی پیداوار خاص طور پر ان کے پھلوں کا افسر خرص مقرر کیا تھا۔ ان کی صلاحیت کا یہ عالم تھا کہ وہ پھلوں کے خوشے گن کر ان کو آپس میں ضرب دے کر پیداوار کا بالکل ٹھیک اندازہ لگا لیتے تھے اور یہ اندازہ اتنا درست ہوتا تھا کہ اس میں غلطی نہیں ہوتی تھی۔[64] اس بات کا امکان ہے کہ آپ ﷺ کو مدینہ منورہ تشریف لانے کے بعد ان کی اس صلاحیت کا علم ہوا ہو اور آپ ﷺ نے انتظامی صلاحیتوں کی آبیاری اور فطری صلاحیتوں کی تشکیل و تعمیر کے منہج کے تحت ان کو ان کی دلچسپی اور صلاحیت کے میدان میں اپنی خدمات فراہم

کرنے کا موقع عطا فرمادیا اور یہ آپ ﷺ کا عمومی منہج معلوم ہوتا ہے کہ جوں ہی آپ ﷺ کو کسی شخص کی صلاحیت کا علم ہوتا تھا تو آپ ﷺ اس کو اپنی صلاحیتوں کے اظہار کا موقع مرحمت فرماتے تھے۔

کتابت وحی

مدنی عہد کے انتظامی معاملات میں سے ایک کتابت وحی بھی تھی اور اس حوالے سے چند معروف حضرات کا ہم پہلے باب میں تفصیلی طور پر ذکر کر چکے ہیں۔ وحی کی کتابت کے علاوہ آپ ﷺ کی طرف سے بادشاہوں اور سرداروں کو خطوط اور فرامین پید اوار صدقات کے احوال کا حساب کتاب اور خفیہ معاملات لکھنے والے حضرات کا نام بھی کتب سیرت وتاریخ میں ملتا ہے۔

خلاصہ کلام

خلاصہ کلام یہ ہے کہ آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کی سیاسی وانتظامی قیادت کی تشکیل وتعمیر فرمائی اور اس حوالے سے صحابہ کرامؓ کی فطری صلاحیتوں اور خصوصی دلچسپیوں کی رعایت فرماتے ہوئے ان کو اپنی صلاحیتوں کے اظہار کے عملی مواقع مرحمت فرمائے ،ان کی تربیت فرمائی اور اور ان کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ سیاسی وانتظامی قیادت کی صلاحیت کی آبیاری اور اس کی فطری صلاحیتوں کی تشکیل وتعمیر اور خصوصی دلچسپی اور رجحانات کی رعایت کے حوالے سے ہمیں آپ ﷺ کے نوجوانوں کو ترجیح دینے اور ان کی تربیت کر کے ان کو عہدوں پر لگانے اور ذمہ داریاں سونپنے کے منہج کا پتہ چلتا ہے۔ حضرت ابن ام مکتوم، حضرت سعد بن معاذ، حضرت سعد بن عبادہ، حضرت زید بن حارثہ اور حضرت عتاب بن اسید یہ سارے حضرات نوجوان تھے اور آپ ﷺ نے ان کو اپنی صلاحیتوں کے اظہار کے لیے ذمہ داریاں دیں اور مواقع فراہم کیے۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کی سیاسی وانتظامی قیادت کی فطری صلاحیتوں کی تشکیل وتعمیر فرمائی، ان کی تربیت فرمائی اور انہیں اپنی صلاحیتوں کے اظہار کے عملی مواقع مرحمت فرمائے اور ان کی حوصلہ افزائی فرمائی۔

نتائج

اس مقالے کی روشنی میں ہم مندرجہ ذیل نتائج پیش کر سکتے ہیں:

- آپ ﷺ کے فطری صلاحیتوں کی تشکیل وتعمیر کا منہج یہ تھا کہ آپ ﷺ کو جب کسی کی صلاحیت کا علم ہوتا تھا تو صلاحیت کا ادراک فرماتے ہوئے اس کو ذمہ داری سونپی جاتی۔ آپ ﷺ نے حضرت عمر بن الخطاب کو مدینہ منورہ کے بازار کا نگران مقرر فرمایا کہ یہ خود تاجر تھے اور ان کا بازار میں آنا جانا رہتا تھا۔ اس کے ساتھ آپ ﷺ نے ان کو صدقات وصول کرنے کی ذمہ داری بھی سونپی اور انہیں عامل صدقات بھی بنایا کیونکہ اس کا تعلق حساب کتاب سے ہے

اور تاجر حساب کتاب کے ماہر ہوتے ہیں۔

- اگر کوئی صحابی اپنی ذمہ داری کو بہ حسن وخوبی سرانجام دیتا تھا تو آپ ﷺ ان کی حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے انہیں ان کی فطری صلاحیت کے میدان میں اپنی صلاحیتوں کے اظہار کا موقع بار بار فراہم کرتے تھے جیسے کہ حضرت ابن ام مکتوم کو مدینہ منورہ تشریف لانے کے زمانے سے لے کر حجۃ الوداع تک تیرہ مرتبہ ذمہ داری سونپی گئی۔[65]
- سیاسی قیادت کی تشکیل و تعمیر کے منہج کے تحت آپ ﷺ نے ابتدا میں اوس و خزرج کے سرداروں کو یکے بعد دیگرے ان کی عددی اکثریت کے اعتبار سے قیادت دے کر ایک طرح سے ان کی سرداری کا اعتراف بھی کیا اور مدینہ منورہ کے نظم میں ان کی یکساں شمولیت کا بھی پیغام دیا۔ حضرت سعد بن عبادہ کو اور پھر حضرت سعد بن معاذ کو اپنا جانشین مقرر فرمانا بھی آپ ﷺ کے سیاسی قیادت کی تشکیل و تعمیر کے منہج کا پتہ دیتا ہے۔[66]
- آپ ﷺ عہدہ دیتے وقت صلاحیت اور لیاقت کا پہلو پیش نظر رکھتے تھے اور اس کے لیے بعض اوقات آپ نے کچھ ایسے اقدامات بھی فرمائے جو عربوں کے خاندانی شرافت و نجابت پر فخر اور نخوت کی اصلاح کے حامل تھے۔ اس حوالے سے آپ ﷺ کا حضرت زید بن حارثہؓ کو دو مرتبہ مدینہ منورہ میں اپنا جانشین مقرر کرنا بطور مثال کے پیش کیا جاسکتا ہے[67]۔
- آپ ﷺ کا منہج ہر باصلاحیت آدمی سے اس کی صلاحیت اور رجحان کے میدان میں فوری طور پر مستفید ہونے کا تھا۔ آپ ﷺ ہر شخص کو اس کی فطری صلاحیت اور دلچسپی کے میدان میں فوری طور پر متوجہ کر دیتے تھے، پھر اگر وہ سیکھنے کے مرحلے پر ہوتا تو اس کو صلاحیتوں کی آبیاری فرماتے اور اگر اس میں صلاحیت پہلے سے موجود ہوتی تو لوگوں کو اس کی صلاحیت سے مستفید ہونے کی طرف متوجہ فرماتے اور اس کا خود بندوبست فرماتے۔
- اگر کوئی ایسے صحابی اسلام قبول کرتے تھے جن کو پہلے سے کسی خاصی میدان کا عملی تجربہ ہوتا تو آپ ﷺ بلا تاخیر ان کو ان کی دلچسپی اور صلاحیت کے میدان میں ذمہ داری سونپ دیتے تھے جیسے کہ آپ ﷺ نے حضرت عمرو بن العاص کو اسلام قبول کرتے ساتھ ہی مختلف ذمہ داریاں سونپنی شروع کر دیں اور اس حوالے سے ان کو دو مرتبہ یمن جیسے دور دراز علاقے کی ذمہ داری بھی سونپی گئی۔ حضرت عبداللہ بن سعید بن العاص بن امیہ اموی جب مدینہ منورہ تشریف لائے اور اسلام قبول کیا تو آپ ﷺ کو ان کے خوش خط کاتب ہونے کا علم تھا لہٰذا آپ ﷺ نے ان کو مدینہ منورہ میں کتابت سکھانے کا حکم دیا۔ حضرت عبادۃ بن صامت خزرجی نے عہد رسالت میں قرآن کریم کو جمع کر لیا تھا لہٰذا نبی اکرم ﷺ نے ان کو اہل صفہ کو قرآن پڑھانے کی خدمت پر مامور فرما دیا تھا۔ حضرت ابو حثمہ عامر بن ساعدہ اور حضرت فروہ بن عمرو الانصاری کو آپ ﷺ نے ان کی صلاحیت اور تجربے کی بنا پر اہل مدینہ کی زرعی پیداوار اور پھلوں کا افسر خرص مقرر کیا تھا۔

- آپ ﷺ جب کسی شخص میں صلاحیت دیکھتے تھے تو اس کو ذمہ داری عطا فرما دیتے تھے اور اس معاملے میں اسلام کی قدامت اور عمر کی کمی کو بھی پیش نظر نہیں رکھتے تھے۔ حضرت عتاب بن اسید کو اسلام قبول کرنے کے کچھ ہی عرصے بعد بیس سال سے زائد کی عمر میں مکہ مکرمہ کی ذمہ داری سونپ دی گئی۔ اسی طرح حضرت عمرو بن العاص کے معاملے میں کیا گیا کہ اسلام قبول کرتے ساتھ ہی ان کو ذمہ داریاں دی گئیں اور اس کی وجہ شاید آپ ﷺ کی لوگوں کی صلاحیتوں اور خوبیوں پر نظر تھی اور اس بات کا ادراک تھا کہ کسی شخص کے اسلام قبول کرنے میں تو تاخیر ہو سکتی ہے لیکن اس کے اسلام قبول کرنے میں تاخیر اس کی خوبیوں سے استفادہ کرنے میں رکاوٹ نہیں بننی چاہییں۔
- سیاسی قیادت کی صلاحیت کی آبیاری اور اس کی فطری صلاحیتوں کی تشکیل و تعمیر اور خصوصی دلچسپی اور رجحانات کی رعایت کے حوالے سے ہمیں آپ ﷺ کے نوجوانوں کو ترجیح دینے اور ان کی تربیت کر کے ان کو عہدوں پر لگانے اور ذمہ داریاں سونپنے کے منہج کا پتہ چلتا ہے۔ حضرت ابن ام مکتوم، حضرت سعد بن معاذ، حضرت سعد بن عبادہ، حضرت زید بن حارثہ اور حضرت عتاب بن اسید یہ سارے حضرات نوجوان تھے اور آپ ﷺ نے ان کو اپنی صلاحیتوں کے اظہار کے لیے ذمہ داریاں دیں اور مواقع فراہم کیے۔
- آپ ﷺ صحابہ کرام کی بھرپور تربیت کرنے کے بعد ان کو بڑی اور مستقل ذمہ داری سونپنے سے پہلے عارضی ذمہ داریاں دیتے۔ آپ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل کو قری عربیہ کا عامل صدقات بنایا تھا اور یہ یقینی طور پر حضرت معاذ بن جبل کی آپ ﷺ کی زندگی کے آخری ایام میں ان کی یمن روانگی سے پہلے کا واقعہ ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت معاذ کو قری عربیہ سے صدقات کی وصولی کی ذمہ داری تربیت کے نقطہ نظر سے دی گئی تھی کہ آپ ﷺ نے ان کی صلاحیتوں کی آبیاری کے لیے ان کو یہ ذمہ داری سونپی اور جب آپ ﷺ ان کی صلاحیتوں سے پوری طرح مطمئن ہو گئے اور ان کو بھی اس میدان میں عملی تجربہ ہو گیا تو پھر آپ ﷺ نے ان کو اس سے بڑی ذمہ داری سونپی اور زندگی کے آخری ایام میں ان کو یمن کی طرف روانہ فرما دیا۔

حوالہ جات وحواشی

[1]۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: صدیقی، ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی، **عہد نبوی میں تنظیم ریاست وحکومت** صدیقی، کتب خانہ سیرت، کراچی، ۲۰۱۹ء؛ ہاشمی، ڈاکٹر شاہ معین الدین، **عہد نبوی میں ریاست کے داخلی نظم ونسق**، زوار اکیڈمی پبلی کیشنز، کراچی، ۲۰۲۰ء۔

[2]۔ ابن هشام، عبد الملك الحميري المعافري، **السيرة النبوية**، تحقيق: مصطفى السقا، إبراهيم الأبياري، عبد الحفيظ الشلبي، مطبعة مصطفى البابي الحلبي، مصر، طبع دوم: ۱۹۵۵، ۱/۴۲۹۔

[3]۔ واقدي، محمد بن عمر بن واقد السهمي الأسلمي، **المغازي**، تحقيق: مارسدن جونس، دار الأعلمي، بيروت، طبع دوم: ۱۹۸۹، ۱/۸؛ ابن سعد، أبو عبد الله محمد بن سعد، **الطبقات**

الکبری، تحقیق: إحسان عباس، دار صادر، بیروت، لبنان، طبع اول: ۱۹۶۸، ۴/ ۲۰۵؛ ابن عبد البر، یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر القرطبی، **الاستیعاب في معرفة الاصحاب**، تحقیق: علی محمد البجاوي، دار الجیل، بیروت، لبنان، طبع اول: ۱۹۹۲، ۳/ ۹۹۷؛ ابن الأثیر، أبو الحسن علي بن أبي الکرم محمد بن محمد بن عبد الکریم بن عبد الواحد الشیباني الجزري، عز الدین ابن الأثیر، **أسد الغابة في معرفة الصحابة**، تحقیق: علي محمد معوض اور عادل أحمد عبد الموجود، دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان، طبع اول: ۱۹۹۴، ۴/ ۲۵۱؛ ابن حجر، ابو الفضل احمد بن علی بن حجر العسقلانی، **الإصابہ في تمییز الصحابہ**، تحقیق: عادل أحمد عبد الموجود اور علی محمد معوض دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان، طبع اول: ۱۴۱۵ ہجری، ۴/ ۴۹۴۔

[4]– واقدی، **مغازی**، ۱/ ۸؛ **ابن سعد، الطبقات الکبری**، ۴/ ۲۰۵؛ ابن عبد البر، **الاستیعاب في معرفة الأصحاب**، ۳/ ۹۹۷؛ ابن الأثیر، **أسد الغابة**، ۴/ ۲۵۱؛ ابن حجر، **الإصابة**، ۴/ ۴۹۴۔

[5]– **ابن ہشام، السیرة النبویة**، ۱/ ۴۳۵۔

[6]– واقدی، **مغازی**، ۱/ ۲۲۱، ۵۸؛ **ابن سعد، الطبقات الکبری**، ۳/ ۱۲۰۔

[7]– واقدی، **المغازي**، ۲/ ۴۳۱؛ **ابن ہشام، السیرة النبویة**، ۱/ ۳۷۰۔

[8]– **واقدی، المغازي**، ۱/ ۷۔

[9]– حاکم، محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری، **المستدرک علی الصحیحین**، تحقیق: مصطفی عبد القادر عطا، دار الکتب العلمیہ، بیروت، طبع اول: ۱۹۹۰، **کتاب التفسیر، من سورة البقرة** حدیث نمبر: ۳۰۴۶، ۲/ ۲۹۰۔

[10]– حاکم، **المستدرک علی الصحیحین، کتاب معرفة الصحابة رضي اللہ تعالی عنهم، أبو بکر الصدیق بن أبي قحافة رضي اللہ عنهما**، حدیث نمبر: ۴۴۰۸، ۳/ ۶۶۔

[11]– ابن ہشام، **السیرة النبویة**، ۱/ ۶۰۱ **ابن سعد، الطبقات الکبری**، ۲/ ۶۳۔

[12]– ابن حجر، **الإصابة**، ۴/ ۳۵۶۔

[13]– ابن حجر، **الإصابة**، ۴/ ۳۵۶۔

[14]– ابن حجر، **الإصابة**، ۴/ ۳۵۶۔

[15]– ابن عبد البر، **الاستیعاب في معرفة الأصحاب**، ۴/ ۱۴۷۳۔

[16]– ابن الأثیر، **أسد الغابة**، ۵/ ۱۷۵۔

[17]– ابن الأثیر، **أسد الغابة**، ۵/ ۱۷۵۔

[18]– ابن سعد، **الطبقات الکبری**، ۱/ ۲۰۴۔

[19]– ابن سعد، **الطبقات الکبری**، ۱/ ۲۰۶۔

[20]– ابن إسحاق، محمد بن إسحاق بن یسار المطلبي بالولاء، المدني، **سیرة ابن إسحاق (کتاب السیر والمغازي)**، تحقیق: سهیل زکار، دار الفکر، بیروت، طبع اول: ۱۹۷۸، ۱/ ۱۹۴۔

[21]– ابن سعد، **الطبقات الکبری**، ۳/ ۱۱۶۔

[22]– ابن سعد، **الطبقات الکبری**، ۳/ ۱۱۶۔

[23]– ابن ہشام، **السیرة النبویة**، ۱/ ۴۳۴۔

[24]– ابن ہشام، **السیرة النبویة**، ۱/ ۴۳۵۔

[25]– ابن ہشام، **السیرة النبویة**، ۱/ ۴۳۶۔

[26]– ابن ہشام، **السیرة النبویة**، ۱/ ۴۳۷۔

[27]– ابن ہشام، **السیرة النبویة**، ۱/ ۴۳۷۔

[28]– ابن ہشام، **السیرة النبویة**، ۱/ ۴۳۷۔

[29]۔ ابن ہشام، **السیرۃ النبویۃ**، ۱/ ۴۴۱۔

[30]۔ ابن إسحاق، سیرۃ ابن إسحاق (کتاب السیر والمغازي)، ۱/ ۱۴۰۔

[31]۔ مسلم، مسلم بن الحجاج أبو الحسن القشیری النیسابوری، **المسند الصحیح المختصر بنقل العدل عن العدل إلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم**: محمد فؤاد عبد الباقي، دار إحیاء التراث العربي، بیروت، لبنان، **کتاب الفضائل، باب فضائل حسان بن ثابت رضي اللہ عنہ**، حدیث نمبر: ۲۴۹۰، ۴/ ۱۹۳۵۔

[32]۔ ابن ہشام، **السیرۃ النبویۃ**، ۲/ ۵۴۳۔

[33]۔ بخاری، محمد بن اسماعیل البخاری، **الجامع المسند الصحیح المختصر من أمور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسننہ وأیامہ: کتاب فضائل الصحابۃ، باب قول النبي صلی اللہ علیہ وسلم (لو کنت متخذا خلیلا)**، حدیث نمبر: ۳۴۹۵، تحقیق: محمد زہیر بن ناصر الناصر، دار طوق النجاۃ، طبع اول: ۱۴۲۲ھ۔ ۳/ ۱۳۳۸۔

[34]۔ بخاری، **صحیح البخاری: کتاب الجماعۃ والإمامۃ، باب أحق العلم والفضل أحق بالإمامۃ**، حدیث نمبر: ۶۴۶، ۱/ ۲۴۰۔

[35]۔ مسلم، صحیح مسلم، **کتاب فضائل الصحابۃ رضي اللہ تعالی عنہم، باب من فضائل أبي بکر الصدیق رضي اللہ عنہ**، حدیث نمبر: ۴، ۲۳۸۷/ ۱۸۵۷۔

[36]۔ بخاری، **صحیح البخاری: کتاب فضائل الصحابۃ، باب قول النبي صلی اللہ علیہ وسلم (لو کنت متخذا خلیلا)**، حدیث نمبر: ۳۴۶۷، ۳/ ۱۳۴۱۔

[37]۔ بخاری، **صحیح البخاری: کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم**، حدیث نمبر: ۶۸۵۵، ۶/ ۲۶۵۷۔

[38]۔ حلبي، علي بن إبراھیم بن أحمد الحلبي، أبو الفرج، **السیرۃ الحلبیۃ = إنسان العیون في سیرۃ الأمین المأمون**، دار الکتب العلمیہ، بیروت، طبع دوم: ۱۴۲۷ھ، ۳/ ۴۹۵۔

[39]۔ بخاری، **صحیح البخاری: کتاب البیوع، باب الخروج في التجارۃ**، حدیث نمبر: ۱۹۵۶، ۲/ ۷۲۷۔

[40]۔ أبو داود، سلیمان بن الاشعث السجستانی، **سنن أبي داود، کتاب الزکاۃ، باب في الاستعفاف**، حدیث نمبر ۱۶۴۹ او، دار الکتاب العربي، بیروت، ۲/ ۴۳۔

[41]۔ مسلم، صحیح مسلم، **کتاب الزکاۃ، باب في تقدیم الزکاۃ ومنعھا**، حدیث نمبر: ۹۸۳، ۲/ ۶۷۶۔

[42]۔ ابن عبد البر، **الاستیعاب في معرفۃ الأصحاب**، ۳/ ۱۱۸۵۔

[43]۔ واقدی، **المغازي**، ۳/ ۹۷۳۔

[44]۔ طبري، محمد بن جریر بن یزید بن کثیر، أبو جعفر الطبري، **تاریخ الرسل والملوک**، دار التراث، بیروت، لبنان، طبع دوم: ۱۳۸۷ھ، ۳/ ۹۵۔

[45]۔ طبري، تاریخ الطبری، ۳/ ۳۸۹۔

[46]۔ ابن حنبل، ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل، **مسند الامام أحمد بن حنبل، بتتمۃ مسند الأنصار، حدیث معاذ بن جبل**، حدیث نمبر ۲۱۹۹۰، تحقیق: شعیب الأرنؤوط- عادل مرشد، ودیگر، مؤسسہ الرسالہ بیروت، لبنان، طبع اول: ۱۴۲۱ھ، ۳۶/ ۳۱۶۔

[47]۔ أبو داود، **سنن أبي داود، کتاب الأقضیۃ، باب اجتھاد الرأي في القضاء**، حدیث نمبر ۳۵۹۲: ۲/ ۳۲۷۔

[48]۔ ابن حنبل، **مسند الامام أحمد بن حنبل، بتتمۃ مسند الأنصار**، حدیث معاذ بن جبل، حدیث نمبر ۲۲۰۱۲، ۳۶/ ۳۳۸-

[49]۔ ابن حنبل، **مسند الامام أحمد بن حنبل**، بتتمۃ مسند الأنصار، حدیث معاذ بن جبل، حدیث نمبر ۲۲۰۱۲، ۳۶/ ۳۶۵-

[50]۔ ابو بکر بن أبي شیبہ، ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن أبي شیبہ، **الکتاب المصنف في الأحادیث والآثار، کتاب الزکاۃ، ما قالوا فیما سقي سیحا وبالدوالي**، حدیث نمبر: ۱۰۰۸۰، تحقیق: کمال یوسف الحوت، مکتبہ الرشد، الریاض، طبع اول: ۱۴۰۹ھ، ۲/ ۳۷۶۔

[51]۔ السمھودي، علي بن عبد اللہ بن أحمد الحسني الشافعي، نور الدین أبو الحسن السمھودي، **وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفی**، دار الکتب العلمیہ، بیروت، طبع اول: ۱۴۱۹ھ، ۲/ ۵۱۔

[52]۔ واقدی، **المغازي**: ۳/ ۹۵۹۔

[53]۔ ترمذی، محمد بن عیسی بن سَورۃ بن موسی الترمذی، **أبواب المناقب عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب مناقب معاذ بن جبل رضي اللہ عنہ**، حدیث نمبر ۳۷۹۰، تحقیق: أحمد محمد شاکر، محمد فؤاد عبد الباقي، إبراھیم عطوۃ عوض، شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابي الحلبي- مصر، ۱۹۷۵ء، ۵/ ۶۶۴۔

[54]۔ ابن عبد البر، **الاستیعاب في معرفۃ الأصحاب**: ۳/ ۹۲۰، ابن حجر، **الإصابۃ**، ۲/ ۸۹۔

[55]۔ ابن الأثیر، **أسد الغابۃ الغابۃ**، ۳/ ۱۵۸۔

[56]– ابن الأثیر، **أسد الغابۃ الغابۃ**، ۳/۱۵۸۔

[57]– ابن ہشام، **السیرۃ النبویۃ**، ۱/۴۳۱؛ ابن عبد البر، **الاستیعاب في معرفۃ الأصحاب**، ۲/۴۸۴۔

[58]– ابن الأثیر، **أسد الغابۃ**، ۲/۲۴۲۔

[59]– ابن الأثیر، **أسد الغابۃ**، ۲/۲۴۲۔

[60]– ابن الأثیر، **أسد الغابۃ**، ۲/۲۴۲۔

[61]– ابن حجر، **الإصابۃ**، ۲/۳۷۰۔

[62]– ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی، **عہد نبوی میں تنظیم ریاست وحکومت**، ۳۶۸۔

[63]– ابن حجر، **الإصابۃ**، ۷/۷۲۔

[64]– ابن الأثیر، **أسد الغابۃ**، ۴/۳۴۱۔

[65]– تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو صفحہ نمبر:۴۸۔

[66]– تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو صفحہ نمبر:۴۹۔

[67]– تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو صفحہ نمبر:۶۲،۶۱،۶۰،۵۹،۵۷۔